قاسم دیوانہ: احوال و آثار

زاہدہ ناز
اسسٹنٹ پروفیسر فارسی
گورنمنٹ کالج برائے خواتین، گلشن راوی، لاہور

QASIM DIVANA : LIFE AND WORK

Zahida Naaz
Assistant Professor of Persian
Govt. Degree College (W), Gulshan-e-Ravi, Lahore

Abstract

Mullah Mhuammad Qasim Mashhadi was a famous poet of the Shahjehan's period. He was born at Mashhad, Iran. When the atmosphere in Iran under the Safvid Rule became non conducive for poetry, number of poets including Mullah Qasim immigrated to the Subcontinent. Great Persian poet Mirza Sa'ib Tabrezi was his mentor in poetry. Mullah Qasim stayed at the state of Bijapure. He did not join any royal court as he preferred to compose popular poetry. He was one of the pioneers and representatives of the Sabk-e-Hindi style of Persian poetry. His verse is rich in diversity of topics, techniques and other poetic beauties. Lucidity, flights of thoughts, delicacy, and richness of meanings are a few salient features of his poetry. He was survived by a Diwan.

Keywords:

فارسی، ادب، برصغیر، قاسم مشہدی، اورنگ زیب، صائب تبریزی، ایران

فارسی زبان و ادب کی اصلی جنم بھومی یعنی ایران کی طویل سرحد برصغیر پاک وہند سے ملحق ہے۔قریبی ہمسایہ ہونے کی وجہ سے دونوں علاقوں کے لوگوں میں بشمول علم وادب ہرطرح کے روابط زمانہ قدیم سے چلے آرہے ہیں۔اصطخر ی کے بیان کے مطابق فارسی زبان تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں ملتان میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔لیکن برصغیر میں اس کا باقاعدہ آغاز محمود غزنوی کے حملے کے بعد ہی سمجھنا چاہیے۔محمود کے حملے کے بعد تو غزنی ولاہور ایک ہی سلطنت کے حصے بن گئے تھے۔(۱) غزنوی دور سے لے کر سلطنت مغلیہ کے زوال تک فارسی کو اس برصغیر میں نہ صرف سرکاری اور درباری زبان کا درجہ حاصل رہا بل کہ ہزار سال کے اس طویل عرصے میں یہاں کی تخلیقی شعور اور علمی ذوق کا اظہار بھی فارسی زبان ہی میں ہوا۔(۲) برصغیر کے موافق حالات نے اہل علم وبینش کو باہر سے یہاں آنے کے ترغیب دی چناں چہ بابر کے زمانے سے شاہجہان کے عہد تک شاہانِ مغلیہ، امراء اور سلاطین دکن کی معارف پروری کی وجہ سے ایران، بخارا، سمرقند، ہرات اور ترکستان سے علما وشعرا یہاں لگاتار آتے رہے۔(۳) برصغیر آمد کی ایک وجہ تو یہاں کا علم پرور ماحول تھا مگر دوسری بڑی وجہ ایرانی سرکار کا شعر وادب کے حوالے سے متعصّبانہ رویہ تھا۔ڈاکٹر ظہور الدین کے مطابق 'صفوی دور حکومت ۹۰۵ سے ۱۱۳۵ ہجری تک قائم رہا۔۔۔دربار سے شعرا کی سرپرستی ختم ہوگئی۔۔۔شعرا،فضلا،اطبا برصغیر میں سلاطین کی بخشش وسرپرستی علم وادب کا حال سن کر ادھر چلے گئے۔'(۴)

فارسی ادب کا معروف انگریز مورخ ای جی براؤن بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> "Hence it was that under this dynasty learning, culture, poetry and mysticism completely deserted Persia."(5)

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ سخت گیر حالات اور قدر ناشناسی کے ماحول میں فنون لطیفہ نہیں پنپ سکتے۔علوم وفنون سے جڑے لوگ بہت حساس طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔ان میں تخلیقی وفور تب ہی جوش مارتا ہے جب ان کے علم وفضل کے قدر دان انھیں میسر آئیں جو نہ صرف ان کے ہنر کی ستائش کریں بل کہ انھیں فکر معاش سے بھی آزاد کریں۔جب ایران میں سرکاری سطح پر شعر وادب کی بوجوہ قدر افزائی کا ماحول سرد ہوگیا،شاعروں اور ادیبوں نے قسمت آزمائی کے لیے برصغیر پاک وہند کا رخ کرلیا۔ایک وقت آیا کہ ایران سے باہر خطہ پاک وہند فارسی کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔مغل بادشاہ مذہبی اعتبار سے عملاً معتدل اور متوازن مزاج کے حامل تھے۔ان کے برعکس اسی دور میں ایران میں صفوی بادشاہوں کی حکومت تھی جو مذہبی تعصب اور تشدد پر مبنی تھی۔ان کے اس سخت گیر رویے کے نتیجے میں ایران کے اکثر وبیشتر شعرا، علما، طبیب،

خطاط، نقاش، معمار اور خصوصاً صوفیہ ہجرت کر کے برصغیر میں آ بسے۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا کے قول کے مطابق اس دور میں فارسی زبان و ادب کا اصل مرکز برصغیر میں منتقل ہو گیا تھا۔(۶)

اس سلسلے میں براؤن رقم طراز ہے:

"India, at all events, thanks to the generous patrongage of Humayun, Akbar, and their successors... continued during the greater part of the sixteenth and seventeeth centuries to attract a great number of the most talented Persian poets, who found there an appreciation which was withheld from them in their own country."(7)

ملا محمد قاسم مشہدی معروف بہ دیوانہ کا شمار بھی ایسے ہی شاعروں میں ہوتا ہے جو سنہرے مستقبل کی تلاش میں عازم برصغیر ہوئے۔ وہ ایران کے صوبے خراسان کے معروف شہر مشہد میں پیدا ہوا۔(۸) اصفہان اس دور میں علم و ادب کا بہت بڑا مرکز تھا۔ لوگ گرد و نواح سے یہاں تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ اصفہان کی اسی شہرت کے پیش نظر ملا قاسم بھی حصول تعلیم کی غرض سے اس شہر چلا آیا۔ یہاں رہ کر اس نے علم و فضل میں کمال پیدا کیا۔ یہاں کی ادبی فضاؤں میں خوب نشو و نما پائی اور بالآخر سخن گوئی میں ایک مقام بنانے میں کامیاب ہوا۔ شاعری میں اس نے میرزا صائب تبریزی جیسے قادر الکلام شاعر کی شاگردی اختیار کر کے شعر گوئی کے اسرار و رموز سیکھے۔ صائب تبریزی اپنے دور کا مشہور عالم اور ثقہ شاعر تھا۔ اس کا کلام اسرارِ غیب کا مخزن اور اس کی گفتار لاریب کی معدن تھی۔(۹) صائب تبریزی حکیم رکنای مسیح کا شانی اور حکیم شفائی کا شاگرد تھا۔(۱۰) ملا قاسم مشہدی اپنے استاد کی تتبع میں شعر کہتا تھا۔ اس کا شعر اتنا پختہ تھا کہ بعض اوقات استاد اور شاگرد کے کلام میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ ملا قاسم کو اپنے استاد میرزا صائب کی شاگردی پر فخر تھا۔ تمام تذکرہ نگاروں نے دیوانہ کے حالات زندگی کے ضمن میں اس کے استاد صائب کا ذکر لازمی کیا ہے۔ چناں چہ لچھمی نرائن شفیق لکھتا ہے کہ ''اُسے شعر و شاعری میں میرزا صائب کی شاگردی پر فخر تھا۔''(۱۱)

دیوانہ اپنے استاد مرزا صائب کی شاگردی پر افتخار محسوس کرتے ہوئے کہتا ہے:

سزد ار عقل بہ شاگردی من فخر کند
قاسم امروز کہ صایب بود استاد مرا(۱۲)

نبی ہادی نے بھی اپنی کتاب میں ملا قاسم اور صائب تبریزی کے استاد شاگردی کے رشتے کے بارے میں ایسی ہی اطلاعات بہم پہنچائی ہیں، چناں چہ وہ لکھتا ہے:

"Qasim-i-Diwanah belonged to the literary circle of Mirza Sa'ib, whom he acknowledged as his teacher in the art of poetry."(13)

ملا قاسم ہمیشہ اپنے استاد اور متقدمین کے کلام کو پیش نظر رکھتا تھا۔ اسی لیے اس کے کلام میں متقدمین جیسی پختگی اور فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے۔ یہ دیوانہ کے کلام کی وہ خوبی ہے جس کا اعتراف حسن انوشہ جیسے مورخ ادبیات فارسی نے بھی کیا ہے:

''شعر وشاعری میں وہ صائب تبریزی کا شاگرد تھا اس نے قدیم شعرا کی روش کو بھی اپنایا ہے۔''(۱۴)

دیوانہ کے لیے شعر وسخن میں میرزا صائب تبریزی جیسے نابغہ روزگار استاد کی شاگردی ایک بڑی نعمت تھی۔ اس نسبت پر وہ بجا طور پر نازاں تھا اور یہی نسبت اس کی شہرت کا سبب بھی بنی۔ اگرچہ ایران میں وہ زیادہ دیر نہیں رہا، تاہم وہ جتنا عرصہ بھی رہا، اسے اپنے معاصرین میں نمایاں قدر ومنزلت حاصل تھی۔ قدرت اللہ گوپاموی کے مطابق:

''وہ میرزا صائب کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہو گیا اور اپنے ہم درس اور ہم پلہ افراد میں اہم مقام کا حامل تھا۔''(۱۵)

اصفہان کی ادبی فضا دیوانہ کو ایسی بھائی کہ وہ وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ اس نے پلٹ کر اپنے آبائی شہر مشہد کی طرف بھولے سے بھی رخ نہیں کیا۔ وہ یہاں کی ادبی سرگرمیوں میں برابر حصہ لیتا رہا حتی کہ اس نے برصغیر کی طرف نقل مکانی کر لی۔

مغل بادشاہ خود بھی شاعر اور ادیب تھے اسی لیے شاعروں اور اہل علم کے قدردان تھے۔ یہاں تک کہ ان کا مشاہرہ مقرر تھا کہ ان کو معاش کی فکر نہ رہے۔ شاعروں کو ان کے اپنے وزن کے برابر تول کر سونے کے سکوں سے نوازا جاتا تھا۔ اس ضمن میں قدسی مشہدی پر کی گئی نوازشات زبان زد عام ہیں۔(۱۶)

دوسری طرف ایران میں گھٹن زدہ ماحول تھا اور وہاں پر شعر وادب کے پنپنے کے مواقع ختم ہو کر رہ گئے تھے۔ جب کہ برصغیر میں ان کے لیے ایک مستحکم سائبان موجود تھا۔ اسی وجہ سے ایران کے اہل علم وفضل جوق در جوق ہندوستان کی طرف نقل مکانی کرنے لگے۔ نقل مکانی کی حسرت اور قدردان ماحول میں نمو پانے کی آرزو ہر صاحب علم وفضل کے دل میں گھر کر گئی۔(۱۷)

برصغیر کی طرف نقل مکانی کرنے والوں میں ملا قاسم مشہدی بھی تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اپنے ملک میں حالات سازگار نہیں رہے، اپنے معاصر شعرا کی روش اختیار کرتے ہوئے ہند کوچ کر گیا۔(۱۸)

وہ ایسا کیوں نہ کرتا؟ حالات موافق نہ تھے، عیش وعشرت کا عادی انسان تنگ دستی برداشت نہیں کرسکتا۔ دیوانہ بھی ایک آزاد منش انسان تھا۔ بقول خوافی جب اس کے عیش نفسانی کے اسباب مفقود ہو گئے اور ہندوستان میں ہر چیز مہیا وآمادہ اور وافر دستیاب تھی، پھر کیوں کر وہ مزید سخت حالات میں زندگی بسر کرتا، چناں چہ وہ ہندوستان آگیا۔(۱۹)

ملا قاسم کے دیوان میں بھی تنگی جہان کا ذکر ملتا ہے، گویا وہ اپنی نقل مکانی کے لیے اسے بطور جواز پیش کرتا ہے:

جھان تنگست بر جولان عشق جسم فرسایم
نمی گنجم در آن صحرا که خاری رفت در پایم(۲۰)

یہ آزاد منش شاعر شاہ جہان آباد میں ۱۰۸۵ھ.ق میں فوت ہوا اور وہی پیوند خاک ہوا

ملا قاسم کا شمار سبک ہندی کے آغاز کنندگان میں ہوتا ہے۔ اپنے استاد صائب کی طرح اس کے ہاں بھی سبک ہندی کے تمام خصائص موجود ہیں۔ نہ صرف یہ کہ وہ سبک ہندی کا بنیاد گزار تھا بلکہ اس کے تتبع میں دیگر شعرا نے بھی فارسی شعر کا یہی اسلوب اختیار کیا۔ ان میں ناصر علی سرہندی سرفہرست ہے۔(۲۱) غنیمت کنجاہی کی وجہ شہرت غزل کے بجائے مثنوی نگاری ہے۔ مگر غزل گوئی میں اس نے جن شاعروں کی پیروی کی ان میں دیوانہ بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر نورالحسن انصاری کے مطابق:

> غنیمت کی غزلیں اتنی بلند پایہ نہیں جتنی ان کی مثنوی ہے۔ مثنوی میں غنیمت نے اپنا منفرد رنگ ایجاد کیا لیکن غزل میں وہ بنیادی طور پر موجد نہیں بلکہ پیرو ہیں۔ سب سے زیادہ انھیں ناصر علی سرہندی کا طرز پسند تھا۔ اس کے علاوہ صائب تبریزی، قاسم دیوانہ، نظیری، کلیم، فغانی، جلال اسیر اور صیدی تہرانی کی غزلوں پر غزلیں کہی ہیں۔"(۲۲)

سبک ہندی کی خصوصیات میں سے نمایاں تر خیال آفرینی اور مضمون بندی ہیں۔ یہ وصف متاخرین میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا شبلی نعمانی کا کہنا ہے کہ 'خیال بندی اور مضمون آفرینی یہ وصف متاخرین میں ہے لیکن اس طرز خاص کا نمایاں کرنے والا جلال اسیر ہے جو شاہ جہان کا معاصر ہے، شوکت بخاری، قاسم دیوانہ وغیرہ نے اس کو زیادہ ترقی دی اور ہمارے ہندستان کے شعراء بیدل اور ناصر علی وغیرہ اسی گرداب کے تیراک ہیں۔'(۲۳)

عوامی شاعر

ملا قاسم مشہدی فطرتاً آزاد منش تھا۔ وہ آزادانہ گھومنا پھرنا چاہتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ کسی دربار سے منسلک نہیں ہوا۔ نبی ہادی نے اس کی اسی آزادمنشی کے متعلق لکھا ہے:

"... Roamed freely in the cities of Mughal empire." (24)

شاہ جہان کے دور میں وہ اس کی سلطنت کے پرسکون ماحول میں سیر وسیاحت کرتا،گلی کوچے گھومتا عوامی شاعر بن گیا۔اس کے ہاں کسی قسم کی درباری تشریفات کا دخل نہیں تھا۔وہ عوام کے قریب تھا اور عوام ہی کی زبان بولتا تھا۔عوام کے مسائل اپنی شاعری میں بیان کرتا، جہاں کہیں اسے کوئی غلط ہوتا نظر آتا وہاں وہ اپنی شاعری کا سہارا لے کر اسے صحیح کرنے کی کوشش کرتا۔وہ نرم مزاجی کا قائل تھا۔اس کا عقیدہ تھا کہ تحمل مزاجی سے زندگی آسان ہو جاتی ہے۔

ملایم شو بخلق وزندگانی برخود آسان کن
زبان چرب خود را مرھم داغ حسودان کن

وہ ایک عوامی شاعر تھا۔صاحبِ شعر العجم فی الھند اسے عوامی آدمی کہتا ہے اور وقت کے رجحانات اور تحریکات کو اپنے شعر میں سمونے کی وجہ سے حق کا علم بردار اور سردار صداقت کا امین کہلایا، وہ لکھتا ہے:

''قاسم دیوانہ مشہدی، چندر بہان برہمن، سرمد شہید محمد افضل سرخوش، غنیمت کنجاہی وغیرہ، یہ سب عوامی آدمی تھے اور انھوں نے وقت کے رجحانات اور تحریکات کو شعر میں ادا کیا۔''(۲۵)

ملا محمد قاسم ایک پختہ اور پرگو شاعر تھا۔اس کے ہاں سبک ہندی کی جملہ خصوصیات جدت تراکیب، ایہام، کنایہ، تمثیل نگاری، تشبیہ، استعارہ، خیال بندی، مضمون آفرینی اور دقت پسندی وغیرہ پائی جاتی ہیں۔

ملا قاسم برصغیر میں منتقل ہونے کے بعد کسی دربار سے منسلک نہ ہوا۔اس کی شہرت بطور عوامی شاعر کے ہوئی۔ملا قاسم نے اپنے شعر میں عام زبان استعمال کی ہے تاہم سبک ہندی والی پیچیدگی اور مشکل پسندی بہر حال پھر بھی اس کے ہاں موجود ہے۔یہی وجہ ہے اس کا کلام بعض جگہوں پر عسیر الفہم ہے۔حسن انوشہ کا ماننا ہے کہ 'کبھی کبھار وہ بہت مشکل اور نافہم شعر کہتا ہے۔'(۲۶)

کہیں کہیں دیوانہ کا کلام عامیانہ پن کا شکار ہو جاتا ہے خاص طور جب وہ شعر کہتے وقت پرشکوہ الفاظ کا استعمال کر رہا ہوتا ہے، اس لیے اس کے معانی کمزور اور نارسا ہو جاتے ہیں۔مگر مجموعی طور پر اس کا کلام خوبصورت ہے اور تخیل کی پرواز قاری کو بیزار نہیں ہونے دیتی:

سراپا سوخت گر مجنون غم لیلی نمی سوزد
در آتش گرفتد دیوان کس معنی نمی سوزد(۲۷)

ملا قاسم نے زندگی بھر سخن پروری کی مگر اس کے شعری آثار میں سے فقط ایک مختصر سا دیوان دستیاب ہے جس کے اشعار کی تعداد ۹۲۷ ہے جس میں سے ۱۳۷ غزلیں، ۱۰۸ رباعیات اور ۱۵۰ مفردات پائے جاتے ہیں۔

ملا محمد قاسم نے اپنے دیوان میں بہت مہارت سے تشبیہ، استعارہ، تشخیص، ایہام، مجاز، کنایہ،

مراعاۃ النظیر ، تضاد، تلمیح، حس آمیزی، ارسال المثل جیسے عناصر بخوبی استعمال کیے ہیں۔ذیل میں اس کے دیوان سے بطور نمونہ ایسے اشعار دیے جاتے ہیں جن میں درج بالا شعری اوصاف ذکر ہوئے ہیں۔

تشبیہ:

مانند کبوتر کہ نشانش ز عزیز ست
رنگ رخ گل بست حنا بال و پرم را(۲۸)

استعارہ:

در حریم کہ عشق پروانہ است
پر جبرئیل کا دیوار است(۲۹)
نہ بندم لب زحرف سروقدی
دھان بر چہرہ من طوق قمر است(۳۰)

مجاز:

زخم فراق را نتوان کرد خشک بند
دست بریدہ را نبود بخیہ سودمند
داغ جنون نشستہ بہ بالای دست عشق
چاک جگر بچاک گریبان نیم رسد(۳۱)
خصم را خاموش سازد جلوۂ خاموشیم
استخوانم سرمہ سازد در فلاخن سنگ را(۳۲)

کنایہ:

ز اضطرابم نہ ھمین دل بتن افروختہ است
رنگ بر چہرہ من چون نفس سوختہ است
ھر کجا آن گل رخسار بر افروختہ است
بوی پیراھن یوسف نفس سوختہ است
نالہ بی زخم محبت نتراود رنگین
سینہ تا چاک نگردید لب دوختہ است(۳۳)

تمثیل نگاری:

عشق قاسم چون گذارد پا بدل دل می برد
دزد چون در خانہ آید جنس قابل می برد(۳۴)

دل صد پاره در سینه بتی دارم
که زخم سنگ را از سودن مژگان توان دوخت(۳۵)
وحشی عشق ترا نیست بیک دست قرار
گره دام تو چون ریگ روان می بایست(۳۶)
مزار کشتہ عشق ترا شمع نمی باید
بھر جا تشنہ لب میرد برون آرد زبانی را(۳۷)

ایہام گوئی:

عشق است یکی نکتہ وعالم پرکار
هر دایره رابود در این نکتہ مدار
در دایره مرکز ومحیط است یکی
باشد زمحیط ره بمرکز بسیار(۳۸)

صنعت تضاد:

سواد خط تو دیدیم در کتاب سفید
سیاه مست فتادیم از شراب سفید(۳۹)
در حریم نیستی آسوده جانی داشتیم
آمد و رفت نفس شد باعث آزارما(۴۰)

مراعاۃ النظیر:

شعلہ طور از گریبانم بود در جوش ومن
خویش را بر آتش تصویر هیزم می کنم(۴۱)
بس کہ گرد آلوده می خیزد صریر خامہ ام
دام در خاکست حرف زلف او درنامہ ام(۴۲)

خیال بافی:

کشیدی سرمہ در چشم مرا بی تاب تر کردی
کہ آتش تیز تر گردد چوکس جاد وبسوزاند(۴۳)
هر کس کہ دید روی تو از دین خود گذشت
کافر زد یدن تو پرستد خدای را(۴۴)

مختصر یہ کہ ملا قاسم کا کلام پختہ نیز تمام تر فکری اور فنی محاسن سے آراستہ ہے۔ اسی وجہ سے اپنے معاصرین اور سبک ہندی کے آغاز کنندگان میں اس کا نام اعتبار کا حامل ہے۔

شعری آثار

یہ بات درست ہے کہ ملا قاسم مشہدی نے عمر بھر پرورش لوح وقلم کی مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس کے شعری آثار میں سے فقط ایک دیوان ہی دستیاب ہے۔ لازمی طور پر اس کا اور کلام بھی ہوگا لیکن وہ ہم تک پہنچ نہیں پایا۔ ملا قاسم کے دیوان کے درج ذیل قلمی نسخے مختلف لائبریوں میں موجود ہیں:

- ملا محمد قاسم کے دیوان کا ایک نسخہ برٹش میوزیم لائبریری میں شمارہ نمبر ۵۶۳۵۔Add کے تحت موجود ہے۔
  یہ دیوان ۲۸۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں غزلوں کے علاوہ رباعیات اور قطعات بھی پائے جاتے ہیں۔
- دیوان کا ایک نسخہ بخط نستعلیق جامعہ اسلامیہ، بہاولپور میں ہے۔
- دیوان کے تین نسخے کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات ایران و پاکستان، اسلام آباد میں موجود ہیں۔ ان میں سے دو بخط نستعلیق اور ایک بخط نستعلیق وشکستہ ہے۔
- دیوان کا ایک نسخہ ملا باقر کے خوب صورت خط شکستہ میں ہے۔ اس میں غزلیات الفبائی ترتیب سے ہیں۔
- دیوان کا ایک نسخہ بخط نستعلیق نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ اس کے خطاط سید قطب الدین حسینی ہیں۔
- علاوہ ازیں دو نسخے پنجاب یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں بھی موجود ہیں۔ (۴۵)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ڈاکٹر وحید قریشی، مطالعات ادبیات فارسی، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۴۳

(۲) ڈاکٹر آفتاب اصغر، ڈاکٹر معین نظامی، مقالات احسن، شعبہ فارسی، اورینٹل کالج، لاہور ۱۹۹۹ء۔ ص ۳۲۴۔۳۲۳

(۳) تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وهند، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ج ۴، فارسی ادب دوم، ص ۴۷

(۴) ڈاکٹر ظہور الدین احمد، ایرانی ادب، مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان، اسلام آباد ۱۹۹۶ء۔ ص ۲۰۵

(5) E.G. Brown, Sange Meel Bublication, Lahore, 1924/2003, Vol.4, p27

(۶) سید محمد اکرم اکرام، اقبال اور ملی تشخص، بزم اقبال ۱۹۹۸ء۔ ص ۳۱۶

(7) E.G. Browne, Sange Meel Bublication, Lahore,Vol.4, P165

(۸) دکتر ذبیح اللہ صفا، تاریخ ادبیات در ایران، انتشارات فردوس، تہران ۱۳۷۱۔ ص ۱۱۶۷

(۹) سید حسام الدین راشدی، تذکرہ شعرای کشمیر، اقبال اکیڈمی ۱۳۴۶۔ ج ۴، ص ۱۸۱۵

(۱۰) ڈاکٹر صفا،ص۵۱۴

(۱۱) شفیق لچھمی نرائن،تذکرہ شام غریباں،انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۷۷ء۔ص ۲۱۸

(۱۲) دیوانِ قاسم،مخزونہ پنجاب یونیورسٹی،لاہور،ص۸

(13)Hadi, Nabi: Dictionary of Indo Persian Literature foreward by Kapila Vatsyayan; New Delhi, Indira Gandhi National Centre for the Arts, Abhinav Publication 1995, P-489

(۱۴) انوشہ،حسن:دانشنامہ ادب فارسی۔تھران:سازمان چاپ وانتشارات وزاراتِ فرھنگ وارشاد اسلامی۔۱۳۷۸ش،ص ۲۰۲۵

(۱۵) گوپاموی،محمد قدرت اللہ:تذکرۂ نتایج الافکار۔بمبئی:انتشارات اردشیر شاھی۔۱۳۳۶ش،ص ۶۰۲

(۱۶) لاھوری،عبدالحمید:پادشاہ نامہ۔(دوجلدی) کلکتہ۔۱۸۶۸،ج۲،ص ۱۴۲

(۱۷) تمیم داری،دکتر احمد:عرفان وادب در عھد صفوی۔تھران:انتشارات حکمت۔۱۳۷۳،ص ۱۰۷

(۱۸) حسن انوشہ،ص ۲۰۲۵

(۱۹) خوافی،شاہنواز خان میر عبدالزراق:بھارستان سخن۔مدراس۔۱۹۵۸،ص ۵۶۶

(۲۰) دیوان قاسم،ص ۸۰

(۲۱) آرزو،سراج الدین علی خان:تذکرہ مجمع النفایس (کوشش دکتر محمد سرفراز ظفر باھمکاری دکتر زیب النساء علی خان) اسلام آباد:مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان۔۲۰۰۶ء،ج۳،ص ۱۳۲۵

(۲۲) انصاری،دکتر نورالحسن:فارسی ادب بعھد اورنگزیب۔دھلی:انڈو پرشین سوسائٹی دھلی۔۱۹۶۹،ص ۵۷

(۲۳) نعمانی،علامہ شبلی:شعر العجم۔لاھور:الفیصل۔۱۹۹۹ء،ج۳،ص ۱۹

(24) Hadi, Nabi: Dictionary of Indo Persian, Page489

(۲۵) اکرام الحق،شیخ:شعر العجم فی الھند۔(اردو) مولتان۔۱۹۶۱ء،ص ۳۸

(۲۶) دانش نامہ ادب فارسی،ص ۲۰۲۵

(۳۲) دیوان قاسم،ص ۱۱ (۳۳) دیوان قاسم،ص ۲۱ (۳۴) دیوان قاسم،ص ۲۶

(۳۵) دیوان قاسم،ص ۱۶ (۳۶) دیوان قاسم،ص ۴۵ (۳۷) دیوان قاسم،ص ۹

(۳۸) دیوان قاسم،ص ۵۲ (۳۹) دیوان قاسم،ص ۷۹ (۴۰) دیوان قاسم،ص ۲

(۴۱) دیوان قاسم،ص ۵۹ (۴۲) دیوان قاسم،ص ۵۹ (۴۳) دیوان قاسم،ص ۴۸

(۴۴) دیوان قاسم،ص ۱۴

(۴۵) منزوی،استاد احمد:فھرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان۔اسلام آباد۔۱۹۸۷ء، ج۸/۷،ص ۸۹۳۔۸۹۴